اکیسویں صدی اور ہماری ذمہ داریاں

علامہ یوسف القرضاوی
ترجمہ: طارق نور الٰہی

۲۱ ویں صدی کی ابتدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے تیسرے ہزار سال کی ابتدا ہے۔ دورِ جدید اپنے ساتھ بڑے بڑے چیلنج لا رہا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اُمتِ مسلمہ مستقبل کے لیے درست نقطۂ نظر اختیار کرے، صحیح منصوبہ بندی کرے اور عملی استعداد کو بڑھانے کی تدابیر بھی کرے۔ یہ ہمارا اوّلین فرض ہے تاکہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں۔

اس حوالے سے چند امور توجہ کے لیے پیش کیے جارہے ہیں:

۱- اسلامی تشخص: ہم مسلمانوں کو سب سے پہلے خود اپنے مقام اور مرتبے کا ادراک کرنا ہوگا تاکہ معلوم ہو کہ ہمارا تعلق کس عظیم نظامِ حیات سے ہے۔ اس پر کاربند ہوکر ہم اپنی منفرد و ممتاز حیثیت کو دنیا بھر سے منوا سکتے ہیں۔ ہم غیروں کے تابع مہمل نہیں ہیں۔ اسلام ہماری شناخت اور تشخص ہے۔ ہم اوّل و آخر مسلمان اور اپنے رب کے مطیع ہیں۔ ہمیں اس کا دوٹوک اعلان کرنا ہوگا۔ اسی بنا پر ہم عالم جدید میں اپنی قائدانہ حیثیت کو تسلیم کروانے کی پوزیشن میں ہیں۔

۲- مرجع اساسی کا تعین: اُمتِ مسلمہ کو اپنے اساسی مرجع کا تعین کرتے ہوئے اپنے احکامات و تعلیمات کو وہیں سے اخذ کرنے اور اپنی تہذیب و تمدن کو انھی بنیادوں پر استوار کرنے کا اہتمام بھی کرنا ہوگا۔ نیز اختلاف کی صورت میں وہی ہمارا مرجع ہونا چاہیے۔ بلاشبہ ہمارا بحیثیت اُمت مرجع ''دین اسلام'' ہے جس سے مراد کسی خاص زمانے کا اسلام، کسی خاص ملک کا اسلام، یا کسی خاص مسلک کا اسلام نہیں اور نہ ہی کسی خاص مکتبہ فکر کا اسلام ہے، بلکہ دورِ اوّلین کا وہ اسلام ہے جو ہر قسم کی بدعات اور ملاوٹ سے پاک تھا۔ یعنی فرقوں میں بٹ جانے سے پہلے کا وہ صحیح اسلام، جو تاویلات و تشریحات کی بھول بھلیوں میں کھو جانے سے پہلے کے دورِ نبویؐ اور خیر القرون کا اسلام ہے۔

حقیقی اسلام کو متعارف کروانے اور دنیا میں نافذ کرنے کے لیے مشترکہ طور پر ایسا نظام عمل مرتب کرنے اور جاری و ساری کرنے کے لیے ایک عالمی مشنری کو وجود میں لانا ہوگا جو افراط و تفریط سے پاک ہو کر متوازن اور معتدل تعلیمات پر عمل کرے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (البقرہ ۲:۱۴۳) اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک اُمت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

یہ تحریک ایسی موج رواں ہو جو ایمان و عمل کو یک جائی بخشے‘ عقل و نقل میں موافقت پیدا کرے‘ دنیا و آخرت کو باہم مربوط کرے‘ نئے مفید امور کو جذب کرے‘ قدیم طرزِعمل کا احیا کرے‘ وسائل کو عمدگی سے بروے کار لائے‘ جزئیات تک کو خوبی سے قابل عمل بنائے۔ یہ تحریک شرعی اصولوں اور تغیرات زمانہ میں مناسب توازن برقرار رکھنے کی استعداد رکھتی ہو‘ ماضی سے مربوط رہتے ہوئے زمانہ حال میں درست انداز سے زندگی بسر کرنے کا ادراک رکھتی ہو اور مستقبل میں مزید ترقی کرنے کے اسلوب سے بھی آگاہ ہو۔

یہ تحریک عالمی تبلیغ میں اصولِ یسر (آسانی) کو پیش نظر رکھنے والی‘ انسانی مسائل کا حل پیش کرنے میں سہولت کے پہلو کو مقدم کرنے والی اور عام فہم ہونی چاہیے۔ اسی طرح دوسرے فریقوں سے ربط وضبط رکھنے‘ ان کی سننے اور اپنی کہنے کی قائل ہو۔ مخالفت کرنے والوں سے وسعت قلبی کے ساتھ معاملہ کرسکتی ہو۔ ارتقائی تبدیلی پر عمل پیرا ہو‘ نئے تقاضوں کے مطابق اجتہاد کی متعینہ شرطوں پر کاربند رہتے ہوئے پیش آمدہ حالات پر مجتہدانہ غوروفکر کی داعی اور تجدید و احیاونشاتِ ثانیہ کے ضابطوں پر کاربند رہے۔ یہ عالمی اسلامی تحریک نہ تو خود اعتدال کو ترک کرنے والی ہو اور نہ کوئی اسے حدود توازن سے تجاوز کرنے پر مائل ہی کرسکتا ہو۔ یہ نہ غلو کی حامل ہو نہ تشدد کی بے جا رنگ آمیزی اس کا وصف ہو بلکہ یہ تعمیر کرنے کی قوت رکھتی ہو نہ کہ بگاڑ کی۔ یہ تحریک ملانے والی ہو نہ کہ منتشر کرنے والی۔ اس کے بنیادی اوصاف میں حیات جدید کی نوید ہو نہ کہ مایوسیاں پھیلانا۔ کیونکہ مایوسیوں کا بالآخر انجام اعضا و قویٰ کا معطل ہونا ہوتا ہے۔

۳- **نیا عالمی منصوبہ**: اُمتِ مسلمہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسا عالمی اسلامی منصوبہ تشکیل دے جس پر عمل پیرا ہو کر پس ماندگی کی حالت کو بدل کر ترقی اور سبقت لے جانے کی فضا پیدا ہو سکے۔ ہم بلاشرکت غیرے ایک ہزار سال تک دنیا کی قیادت کرتے رہے ہیں۔ ہماری تہذیب وتمدن ساری دنیا میں رائج تھی۔ ہم نے ساری دنیا کے لوگوں کو آداب حیات سکھائے تھے۔ ہم پر یہ واضح رہنا چاہیے کہ جہالت و پس ماندگی ہماری سرشت کا حصہ نہیں اور نہ ہی ہماری موجودہ حالت اسلام کے مزاج سے میل کھاتی ہے۔ اس سے یہ درست نہ ہوگا کہ ہم انقلابات زمانہ کے شانہ بشانہ نہ چلیں۔ اس دور کی خصوصیت اطلاعی و ابلاغی و فضائی

انقلابات ہیں جن سے منہ موڑے رکھنا یا پہلوتہی برتنا کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔ کیا ہم کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے دَور میں پرانے آلات و وسائل پر ہی اکتفا کیے رہیں؟ نہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

حصول ترقی کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں رائج فلسفہ تعلیم و نظام تعلیم میں مثبت تبدیلیاں لائی جائیں تاکہ اسلامی معاشرے میں اعلیٰ جدید تعلیم یافتہ ماہرین تیار ہوں جو نئی ایجادات کی قدرت رکھتے ہوں۔ اس وقت ساری دنیا میں مسلمان ماہرین اور سائنس دان پھیلے ہوئے ہیں۔ ایسے حالات پیدا کرنے ہوں گے کہ اسلامی معاشرے میں خدمات انجام دینے کے لیے وہ اپنے ممالک میں بخوشی واپس آسکیں۔ ہمیں شرح خواندگی کی کمی کو بھی دور کرنا ہوگا اور اس کے لیے قابل عمل منصوبہ بنانا ہوگا۔

۴- عالمی صیہونی تحریک کا مقابلہ: اُمتِ مسلمہ کے لیے ممکن نہیں کہ تہذیب و تمدن کی بلندیوں کو چھو لے جب تک کہ وہ اپنے وجود کے خلاف ہونے والی عالمی صیہونی سازش کا مقابلہ کرتے ہوئے اسے شکست فاش نہ دے دے۔ اسی طرح نصرانیت اور ہندو مت کی سازشوں کو سمجھنا اور ان کا مقابلہ کر کے انھیں شکست دینا بھی اسی کا جز ہے۔ یہ ہدف زبانی دعووں اور امن و سلامتی کے نام پر کیے جانے والے معاہدوں سے، جن کا واضح مقصد ان قوتوں کے سامنے سرِتسلیم خم کر دینا ہے، حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے لیے بصیرت افروز پختہ سوچ اور گہرے ایمانی جذبات کا پایا جانا ضروری ہے۔

اُمتِ مسلمہ کے احیا کے لیے یہ ضروری ہے کہ عوامی سطح پر اور حکومتی و عسکری سطح پر نئے عزم اور ولولے سے پختہ بنیادوں پر کام کا آغاز کیا جائے۔ وہ طرزِ فکر و عمل اپنایا جائے جس سے ہر مسلمان نفسیاتی، فکری اور تہذیبی و تمدنی حوالے سے اپنا سر بلند کر کے چل سکے اور عظیم تر اسرائیل (اور اکھنڈ بھارت) کے خوابوں کو پاش پاش کرنے کے لیے حوصلہ پا سکے۔

یہ نعرے لگائے جاتے ہیں کہ: ''فرات سے لے کر دریاے نیل تک اسرائیل تیری سرحدیں ہیں''۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے: ''چاولوں کے کھیتوں سے کھجور کے جھنڈوں تک''۔ یہود نے اس خیالی نعرے کو پے در پے کوششوں سے اپنے حامیوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہمارے دینی لٹریچر میں یہ سچی بشارتیں موجود ہیں کہ اسلام عالم گیریت حاصل کرے گا اور ساری دنیا میں اس کا ڈنکا بجے گا۔ ہماری تاریخ بھی شان دار اور سچے عالم گیر حقائق پر مبنی ہے۔ اس لیے بجا طور پر مستقبل میں مزید کامیابیوں اور سرفرازیوں کی توقع کی جاسکتی ہے۔

۵- ہمہ جہت ترقی کے لیے جدوجہد: جس ہدف کو ہمیں خاص اہمیت دینی چاہیے اور جس کے حصول کے لیے ہمیں کمربستہ رہنا چاہیے وہ اسلامی معاشرے کی ہمہ جہت مجموعی ترقی کا حصول ہے۔ اس کے لیے بھرپور اور دُوررس منصوبہ بندی کی جائے۔ یہ انسانی وسائل کو انسانی ترقی کے لیے سرگرم کرنے سے ممکن

ہے۔ یعنی انسان ہی اس کا محور ہے اور خود انسان ہی اس کے حصول کا ذریعہ ہے جو موجودہ وسائل کو بہترین انداز سے استعمال کرتے ہوئے ترقی کی منازل کو طے کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ ہمہ جہت ترقی مسلمانوں کی اقتصادی ترقی' پیداواری ترقی اور پیداوار کے متوازن استعمال اور معاشرے میں اس کی منصفانہ تقسیم' لوٹ کھسوٹ اور ملاوٹ و بدعنوانی کو ترک کرنے سے ممکن ہے۔ اگر ایسا ہو سکے تو اُمت مسلمہ اقتصادی دباؤ سے نکل آئے گی۔ مسلمان ممالک میں خود کفالت کی صورت پیدا ہو سکے گی اور آپس میں ایک دوسرے کی ضروریات و احتیاجات کو پورا کرنا ممکن ہوگا۔

ہمارے پاس ہرنوع کے وسائل موجود ہیں جنھیں بہتر طور پر استعمال میں لاکر ہم اپنی تمام ضروریات زندگی احسن طور پر پوری کر سکتے ہیں۔ زرعی پیداوار کو ترقی دے کر اپنا پیٹ خود بھر سکتے ہیں۔ اپنے ملکوں میں تیار کردہ کپڑے سے اپنا تن ڈھانپ سکتے ہیں۔ اس طرح ہمیں بیرونی محتاجی سے چھٹکارا بھی ملے گا اور ہم اپنے قدموں پر بھی کھڑے ہونے کے قابل ہو جائیں گے۔ یہ بات ہمارے لیے باعث ندامت ہے کہ اسلامی ممالک کی اکثریت زرعی ممالک کی ہو اور پھر بھی آدھا یا آدھے سے زیادہ اناج ہم باہر سے منگوائیں۔ یہ ممالک لوہے کی صنعت میں ضروری مہارت و استعداد نہیں رکھتے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لوہے کی اہمیت ۱۴۰۰ سال پہلے ہم پر واضح کردی تھی۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحدید ۵۷:۲۵) ''اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہیں''۔ ہم نے یہ آیت بارہا پڑھی ہوگی۔ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ یہ ہمیں عسکری قوت حاصل کرنے کے لیے صنعتی ترقی پر اُبھارتی ہے۔ اور مَنَافِعُ لِلنَّاسِ آیت کا یہ حصہ ہمیں مدنی صنعتوں (انسانی ضروریات کی فراہمی) میں دسترس حاصل کر کے لوگوں کے لیے نفع کا باعث بننے پر ابھارتا ہے۔ لیکن ہم اس پہلو سے غور ہی نہیں کرتے۔

اُمتِ مسلمہ کے پاس ثروتوں کے لامحدود خزانے موجود ہیں۔ یہ خزانے اُمت کے میدانوں اور پہاڑوں میں' اس کی وادیوں اور صحراؤں میں' اس کے سمندروں اور دریاؤں میں بکھرے پڑے ہیں۔ ہماری جغرافیائی اہمیت بھی اپنی جگہ مسلمہ ہے اور بشری قوت (انسانی وسائل) بھی اپنی جگہ وافر ہے۔ ضرورت ہے تو اس بات کی کہ ہم ان بیش بہا قیمتی خزانوں کے صحیح استعمال کو جان جائیں اور انھیں درست انداز سے زیرتصرف لاکر مجاہدانہ انداز سے جینے کا ڈھنگ سیکھ لیں۔ پھر اس طرح زندگی بسر کریں جس طرح ہم چاہتے ہوں نہ کہ اس طرح جئیں جس طرح ہمارے دشمن چاہتے ہیں (عزت کی زندگی نہ کہ ذلت کی' جیسے اب حال ہے)۔

۶- منصفانہ معاشرے کا قیام: ترقی کے حصول کے لیے ہمیں معاشرتی ظلم و زیادتیوں کے خلاف بھی علم جہاد بلند کرنا ہوگا۔ یہ فساد اور ظلم و جور مسلمانوں کے معاشرے میں عام ہے۔ ہمارے لیے لازم ہے کہ عدل اجتماعی کو قائم کریں' جس سے حق دار کو اس کا حق ملنے کی ضمانت فراہم ہو۔ یہاں تک کہ ہر بے روزگار کو

بہتر روزگار' مزدور کو اچھی اجرت' بھوکے کو روٹی' مریض کو دوا' بے سہارا کو سہارا' بے لباس کو لباس' ہر محنت کرنے والے کو بہترین صلہ اور محتاج کو کفایت کرنے والا وسیلہ فراہم ہو جائے۔ (حقیقی منصفانہ معاشرہ وجود میں لانے کی کوشش' ترقی اسلام کی کوشش ہے جس کا احیا اشد ضروری ہے)۔

۷- **خواتین کی اہمیت**: یہ بھی ضروری ہے کہ خواتین کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ان کو صحیح مقام و مرتبہ دیا جائے۔ خواتین کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ خواتین معاشرے کا عددی لحاظ سے نصف حصہ ہیں۔ گھر اور معاشرے پر ان کے براہ راست مثبت یا منفی ہر دو طرح سے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مسلمان مردوں کے لیے ضروری ہے کہ خواتین کے ساتھ ان کے اولین فریضے کی ادایگی میں معاونت کریں جو گھر کی نگہداشت' خاوند کا خیال اور نسل انسانی کی تربیت کرنے کے اعلیٰ اعمال پر مشتمل ہے۔ اس میں دو رائے نہیں (جنھوں نے تجربات کرنے تھے' کر لیے پھر بھی یہی نتیجہ نکلا) کہ خواتین سے یہ مقام کوئی اور نہیں لے سکتا اور نہ ہی اسے درست انداز سے ادا ہی کر سکتا ہے۔ لہٰذا خواتین کے ساتھ بھرپور تعاون کیا جانا چاہیے تاکہ وہ اچھی بیوی' بہترین ماں اور مفید شہری ثابت ہو سکیں۔

ہمیں ضرورت و مجبوری میں ان کے کام کرنے کے حق کو بھی تسلیم کرنا چاہیے۔ اگر خود انھیں یا ان کے افراد خاندان کو اُن کی معاونت کی ضرورت ہو تو وہ باہر جا کر کام کر سکتی ہیں جیسے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعے سے رہنمائی ملتی ہے جب کہ وہ بوڑھے تھے اور ان کی بیٹیاں بکریوں کو پانی پلانے کے لیے لے جاتی تھیں۔ علاوہ ازیں اگر معاشرے کو ان کے کام کی ضرورت ہو جیسے کہ عورتوں کا بچیوں کو تعلیم دینا' عورتوں کا عورتوں کے علاج کے لیے تربیت لینا وغیرہ جیسے امور تو ان میں خواتین کو کام کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگر خواتین کو درست مقام حاصل ہو گا تو اولاد کے ایام طفولیت بہتر گزریں گے' خاندان خوش و خرم رہے گا اور زندگی پر سکون بسر ہو گی۔

۸- **منصفانہ سیاسی نظام کا قیام**: اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مذکورہ بالا اہداف اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک کہ منصفانہ سیاسی نظام رائج نہ کیا جائے۔ وہ نظام جس سے تمام شہریوں کو ان کے صحیح حقوق حاصل ہو جائیں' جو انسان کے مقام و مرتبے اور آزادی رائے کا احترام کرنے کا ضامن اور انسانی جان و مال و عزت کا رکھوالا ہو۔ یہ ایسا نظام ہو جس سے روح شورائیت بیدار ہو اور خیر خواہی اور ذمہ داری کا جذبہ پروان چڑھے۔ یہ نظام اسلام کے شرعی طرز سیاست پر مبنی ہونا چاہیے جس کا بنیادی مقصد اُمتِ اسلامیہ کی نشات ثانیہ ہو۔ یہ نظام جبر و استبداد کے نمایندہ حکمرانوں اور سازشی ٹولوں کا دفاع کرنے والا نہیں ہونا چاہیے بلکہ عوام کے مفادات کو پیش نظر رکھنے والا ہو' جس کے تحت اللہ کے قانون کو کسی تفریق کے بغیر سب پر یکساں نافذ کیا جائے' جس میں اعلیٰ و ادنیٰ کا فرق روا نہ رکھا جائے' اور نہ ہی کسی سے

امتیازی سلوک برتا جائے۔

۹- وحدت اُمت: اُمت کے جسد پر ایک اور بھی گہرا گھاؤ ہے جسے جلد از جلد درست کرنے کی ضرورت ہے' اور وہ ہے ''افتراق و اختلاف امت''۔ اس کا وحدتِ اُمتِ اسلامیہ کے نسخہ کیمیا سے علاج ہونا چاہیے' کیونکہ کٹی پھٹی اور بکھری اُمت کا کوئی مستقبل نہیں۔ کبھی یہ ایک تھی' اب مختلف اقوام کا مجموعہ بن چکی ہے جو الگ الگ گروہوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ یہ گروہ محض متفرق مجموعہ ہی نہیں ہیں بلکہ بارہا عملاً ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو جاتے ہیں اور اس طرح خود ہی ایک دوسرے کے غیظ و غضب کا شکار ہوتے رہتے ہیں' جب کہ موجودہ دور میں مختلف الخیال اقوام پرانے اختلافات' نسلی امتیازات' مذہبی لڑائیاں اور علاقائی جھگڑے کم سے کم کرنے پر کمربستہ ہیں' مشترکہ مصلحتوں کے باعث کھینچا تانیوں کے ایام سیاہ مسترد کر کے مختلف اتحاد اور مشترکہ منڈیاں وجود میں لا رہی ہیں یہاں تک کہ ان کے باہم شیر و شکر ہونے کا گمان گزرتا ہے' جب کہ اس اُمت مرحومہ کا یہ حال ہے کہ ابھی باہمی تفرقے اور اختلاف و انتشار کا شکار ہے۔ یاد رکھیے ہم اس وقت تک اپنے خلاف کی جانے والی عالمی سازشوں کا کامیابی سے مقابلہ نہیں کر سکتے جب تک ہم متحد و متفق نہ ہو جائیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ہم خود کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں منقسم رکھیں اور آج کی دنیا کے بڑوں سے ٹکر لینے کی قابلیت کو بھی پا لیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پوری کی پوری امت مسلمہ مشترکہ ہدف پر متفق و متحد ہو جائے۔

۱۰- بیداری اُمت کی ضرورت: ان اہداف کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانانِ عالم کو پھر سے بیدار کیا جائے۔ اس کے لیے موجودہ معیار ایمان و اخلاق کو اوپر اٹھانے کی سعی کرنی ہوگی یہاں تک کہ آج کے مادی مسلمان میں روحانیت کی بلندی و عظمت پھر سے جاگ اٹھے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ صرف مادی ترقی امت مسلمہ کے احیائے نو کا سامان نہیں کر سکتی۔ البتہ مادیت و روحانیت کے باہم اشتراک سے یہ ترقی ضرور ممکن ہے۔ اس کے لیے سب سے پہلے ہمیں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کی سوچ اور فکر کو بلند کرنا ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ بلند اہداف کا تعین اور اُمید کی فضا تیار کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کے لیے دورِ حاضر کے مسلمان کی تہذیبی' اخلاقی اور نفسیاتی تربیت' انسانِ مطلوب کے اعلیٰ معیار پر کی جانی چاہیے۔ ایسے افراد تیار کرنا ہوں گے جو ہوائے نفس کی غلامی سے آزاد ہوں' جو علاقائیت سے سحرزدہ نہ ہوں' جنھیں شر کی چکاچوند دھوکا نہ دے سکے۔ وہ پیش آمدہ مشکلات سے پریشان نہ ہوں بلکہ ان پر قابو پانے اور حق و سچ پر پامردی سے ڈٹ جانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

اس اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے ان تمام اداروں کو باہم مل کر فضا تیار کرنی ہوگی جو تربیت انسان میں موثر کردار رکھتے ہوں جن میں مدرسہ اور مسجد' اخبارات و رسائل اور ریڈیو' ٹیلی ویژن اور فلم' سب شامل

ہیں۔ الغرض تمام ادارے اس فرض کی ادائیگی میں شریک ہوں تاکہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان، اسلام کے سچے پیغام اور آخرت کے دائمی گھر، سب کی آبیاری ہو سکے۔ ہمیں ایسے ایمان کے لیے کوششیں کرنی ہوں گی جس سے بہترین و مثبت اور مفید عملی ثمرات ظاہر ہوں، فاضلانہ اخلاقیات جنم لیں اور بندگی رب، تعمیر دنیا اور بنی نوع انسان کے فائدے کی کوئی صورت سامنے آسکے۔

یہ ہیں وہ دس اہم نکات جنھیں پیش نظر رکھ کر ہم بحیثیت اُمت ترقی کر سکتے ہیں۔ ہم مادی، روحانی، تہذیبی، بشری ہر نوع کے خزانوں سے مالا مال ہیں۔ عین ممکن ہے کہ اکیسویں صدی میں ہم اپنی عظمت رفتہ کو پا کر پھر شوکت و رفعت کو بحال کر سکیں۔ تاہم یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب اُمت مسلمہ کو ایسی نئی قیادت مل جائے جو خلوص نیت، عزم مصمم اور عمل پیہم سے اپنا مقام حاصل کرنے کی جدوجہد کرے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ان گزارشات کو ہماری ثقافتی و تعلیمی پالیسیوں کی بنیاد بنایا جائے۔ ہمارا دینی اور عمومی میڈیا اس کی مناسب تشہیر کرے اور خاندان و مدرسہ، عوام و حکمران غرض ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد اس کے حصول کے لیے مدد و معاون بن جائیں اور مل جل کر بھرپور جدوجہد کی جائے۔

ترجمان القرآن

اشاعت میں اضافے کے لیے کسی مہم کے اعلان کا انتظار نہ کیجیے۔
آپ کو فکر ہو کہ ترجمان القرآن کا تعارف ایسے نئے افراد سے کروائیں جو اسے پسند کریں، یہی مہم ہے۔
خود اپنے جاننے والوں کو دیجیے، یا ہمیں ان کے نام پتے لکھیے۔
یہ پیغام پھیلانے کے لیے کچھ نہ کچھ کیجیے۔
اسے اپنے تک نہ رکھیے!!

کوئٹہ میں ماہنامہ ترجمان القرآن حاصل کیجیے

مکتبہ تحریک محنت

پہلی منزل، حاجی واحد پلازہ، بیٹ روڈ، کوئٹہ